© rasailojaraid.com

مزید اشکالات

سوال۔ ترجمان القرآن ماہ اگست ۱۹۴۹ء میں "چند اشکالات" کا جو جواب ادارہ کی طرف سے شائع کیا گیا ہے اس کے متعلق چند معروضات ارسال خدمت ہیں۔ امید ہے کہ ان کا جواب باصواب عنایت فرما کر عند اللہ ماجور ہوں گے۔

(۱) جن حوادث کی خبر ایک صاحب وحی نے اتمام حجت کے بعد یا کسی کے مرنے جینے کے متعلق قبل از وقت دی ہو، کیا وہ مرنا اور جینا، فتح و شکست "علم حقیقت" کی رُو سے حق و باطل کا معیار ہے یا نہیں؟

(۲) اگر اس دنیا میں عقیدۂ صحیحہ اور اپنا کردار مذہب حقہ کے مطابق رکھنے والوں میں اور باطل کے پرستاروں میں فراخ روزی یا تنگ دستی سے دوچار ہو جانا معیار حق و باطل نہیں تو فرمائیں یہ جو حضرت نوحؑ اور حضرت ہودؑ کی زبانی اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر تم لوگ میری اطاعت کرو گے اور اللہ تعالیٰ سے استغفار طلب کرو گے تو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچ جاؤ گے اور مقررہ میعاد تک تم کو مہلت ملے گی، وقت پر اللہ تعالیٰ تمہارے لیے بارشیں برسائے گا۔ اور مال و اولاد سے تمہاری مدد کرے گا۔ (۱۱/۵۲ ، ۷۱/۴،۱۱،۱۲) کیا یہ فراخی اور تنگی رزق وغیرہ کے وعدے مذہب حقہ کے مطابق کردار رکھنے کا نتیجہ نہیں؟

(۳) اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسے بیّن نشانات کے اظہار سے، جس سے حق و باطل میں فرق ہو جائے بقول آپ کے انسان کی وہ آزادی رائے ختم ہو جاتی ہے جو اسے ذمہ دار ہستی بنا کر قابل سزا یا سزاوار جزا بناتی ہے (اور ۔ ۔ ۔ اکراہ فی الدین کی حالت قائم ہو جاتی ہے۔ تو پھر فرمائیں آپ کے سابق امیر صاحب نے جو قرآن کی طرف، یہ تعلیم منسوب فرمائی ہے کہ "یہ امت خدائی فوجداروں کی جماعت ہے (حالانکہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریمؐ کے متعلق فرمایا لست علیھم بمصیطر یعنی آپؐ لوگوں پر داروغہ نہیں ہیں) جو اس لیے نکالی گئی ہے کہ وہ دنیا سے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ظلم (بڑا ظلم اللہ تعالیٰ نے شرک بتایا ہے) فتنہ، طغیان اور ناجائز استفاع کو بزور مٹا دے۔" (فتنہ سے آپ کی مراد عقاید باطلہ ہیں) کیا اس کو زبردستی مٹانا اکراہ فی الدین نہیں؟ دوسری عبارت یہ ہے کہ" . . . . . اور خدا نے رسولؐ کو دنیا میں زندگی بسر کرنے کا سیدھا راستہ اور حق کی اطاعت کا صحیح ضابطہ دے کر بھیجا ہے تاکہ تمام اطاعتوں (یہ لفظِ دین کا ترجمہ کیا گیا ہے)، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے دوسری طرف صاف طور پر مدینہ میں یہ حکم دیا تھا کہ لا اکراہ فی الدین، یعنی اطاعت کے صحیح ضابطہ کو منوانے کے لیے جبر نہیں کرنا) کو مٹا کر ایک اطاعت (یعنی دینِ اسلام) کو سب پر غالب کر دے۔" کیا اس حکم سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اللہ تعالیٰ انسان کی وہی آزادیٔ رائے ختم کرنا چاہتا ہے؟ کیا اس صورت میں قرآنی تعلیم میں اختلاف ثابت نہیں ہوتا؟

(۴) افسوس ہے کہ آپ لوگوں نے "شمعِ ناموس کے پروانوں" کو ایک طرف صحابہ سے مشابہت دی ہے اور دوسری طرف بہت بڑے پیمانہ پر وہ عیوب گنائے گئے ہیں جن سے ان کی مشابہت مغضوب علیہم قوم سے ثابت ہوتی ہے۔ کیا اس امر سے صحابہ کی توہین کا ارتکاب نہیں کیا گیا؟

(۵) آپ کو جب یہ مسلّم ہے کہ حق و باطل میں لمبی کشمکش ہوتی ہے اور کسی ایک لہر یا واقعہ کی کروٹ پر حکم قطعی نہیں لگایا جا سکتا کہ اب آخری فیصلہ ہو گیا ہے تو کیا اس امر سے یہ حکم لگانا کہ "قادیانیت . . . . . کے زوال کے آثار بالکل عیاں ہو گئے ہیں" آپ کی اپنی بیان کردہ حقیقت کی تردید نہیں؟

شجرۂ خبیثہ کی جو تعریف بیان کی گئی ہے وہ درست ہے ــــ مگر یہ بتایئے کہ کیا اس شجر کے شجرۂ طیبّہ ہونے میں آپ لوگوں کو کوئی شک ہے جو اپنی صدی سے اپنے تنے پر کھڑا ہے جس کی جڑیں اس قدر گہری زمین میں اتر چکی ہیں کہ سارے پاکستان کے ملّا نے اس کے اکھیڑنے سے عاجز ہو چکے ہیں۔

(۶) آپ کی طرف سے لو تقوّل علینا کی جو تاویل کی گئی ہے وہ سراسر غیر معقول ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جواب۔ آپ کے مکتوب میں سے وہ حصہ ہم نے ساقط کر دیا ہے جو سوالات پر نہیں بلکہ قادیانیت کی صداقت و عظمت کی تبلیغ پر مشتمل ہے۔ سوالات میں سے بھی کہیں کہیں غیر ضروری حصے حذف کر دیے گئے ہیں۔ آپ کی عبارت کی بے ربطی اور اس کے گنجلک پن پر ہمارا کوئی بس نہیں تھا، لہٰذا اس کا بار خود قارئین کو اٹھانا پڑے گا۔ جواب علی الترتیب درج ذیل ہیں:۔

(۱) جی ہاں! اللہ علیکہ خبر دینے والا فی الواقع صاحبِ وحی ہو۔ لیکن تمام اخبارِ غیب اور تمام معجزات منکرینِ حق کے لیے اپنے اندر گنجائشِ تاویل ضرور رکھتے ہیں۔ امورِ طبعی میں فریبِ نفس نہیں چلتا، کیونکہ ایک سبب کا ایک ہی نتیجہ صراحت کے ساتھ بار بار تجربہ میں آ کر اپنی واقعیت منوا لیتا ہے، لیکن امورِ وہبیہ میں افراد برسوں تک اور قومیں صدیوں تک فریبِ نفس میں مبتلا رہتی ہیں۔

(۲) یقیناً دینِ برحق پر چلنا اور اس کے غلبہ کی جدوجہد کرنا انسان کو اس نظامِ خیر و برکت تک پہنچا دینے کا ذریعہ ہے جس سے حیاتِ طیبہ حاصل ہوتی ہے۔ لیکن اس جدوجہد کے دوران میں افراد کو طرح طرح کے مظالم اور ابتلاؤں سے گزرنا پڑتا ہے، اور بسا اوقات سالہا سال اس میں صرف ہوتے ہیں۔ اس جدوجہد کے دوران میں کسی فرد کے تنعم یا ابتلاء کو دیکھ کر فوراً یہ فیصلہ نہیں صادر کیا جا سکتا کہ وہ تو متبعِ حق ہے اور یہ منحرف۔ اسے نیکی کی جزا مل رہی ہے اور اسے بدی کی سزا۔ یہ حقیقت اگر آپ تسلیم نہ کریں تو بڑے اشکال پیدا ہوں گے۔ مثلاً غلبۂ دین کی جدوجہد کے دوران میں جو کچھ حضرت نوح علیہ السلام، حضرت زکریا علیہ السلام، حضرت یحییٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور دوسرے انبیاء اور ان کے رفقاء پر گذری اور اس کے مقابل میں جو ٹھاٹھ باٹھ مخالفینِ حق کے تھے اس کے بارے میں کیا رائے قائم کی جائے گی؟ آنحضور صلعم کے پیرووں کو دورانِ جدوجہد میں کیا حالات پیش آئے اور ان کے حریفوں کا عالم کیا تھا؟ پھر صحابہ میں سے وہ بھی تھے جو اسلام کے قبول کرنے میں جس دورِ ابتلا سے دوچار ہوئے اسی میں وہ شہادت کی منزل تک جا پہنچے۔ ان کی زندگی میں کہاں سے فراوانیٔ رزق اور تمکن فی الارض اور دوسرے انعاماتِ الٰہی کا مظاہرہ آپ تلاش کر کے نکالیں گے؟ امام حسینؓ، امام مالکؒ، امام احمد بن حنبلؒ اور امام ابو حنیفہؒ کی صف کو ایک طرف کھڑا کر کے اور دوسری طرف

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بنو امیہ کے حکمرانوں کو سامنے لاکر غور کیجیے کہ آپ کے نقطۂ نظر سے فریقین کی پوزیشن کیا قرار پاتی ہے؟ مجدد الف ثانی، شاہ ولی اللہ، شاہ اسمٰعیل شہید، اور سید احمد شہید بریلوی رحمہم اللہ اجمعین کو اکبر اور جہانگیر اور سلطنت برطانیہ اور سکھوں کی حکومت کے بالمقابل جدوجہد کی حالت سے گزرتے ہوئے تاریخ میں ملاحظہ فرمائیے اور پھر مسئلہ کو سوچیے۔ دو اصولی باتیں یاد رکھیے:۔

—— دینِ برحق پر چلنے کے نتائج حسنہ دنیا میں پوری طرح اجتماعی زندگی میں ظہور پذیر ہوتے ہیں۔

—— یہ نتائج بھی جدوجہد کی تکمیل پر برآمد ہوتے ہیں، جدوجہد کے دوران میں گوناگوں حالات سے گزرنا پڑتا ہے۔

(۳) نبی صلعم کی ایک حیثیت تھی داعی کی، دوسری حیثیت تھی ایک سوسائٹی کے معمار اور ایک ریاست کے منتظم کی۔ پہلی حیثیت میں آپ کے سارے کام کا دارومدار مجرد دلیل کے ذریعے افہام و تفہیم پر تھا۔ دوسری حیثیت میں آپ نے جنگیں کیں اور تلوار کے ذریعے فتنہ و فساد کی روک تھام کی۔ عدالت کی کرسی پر تشریف فرما ہوئے اور قانون کے کوڑے کو حرکت دے کر جرائم کی روک تھام کی یعنی جہاں تک اسلام کے عقیدہ و فلسفہ کو منوانے کا تعلق ہے اس میں جبر روا نہیں رکھا گیا، لیکن جہاں تک اسلام کے اجتماعی نظام کو چلانے کا معاملہ ہے پوری کی پوری اجتماعی قوت اس کام میں استعمال کی گئی۔

لست علیھم بمصیطر کا تعلق کارِ دعوت سے ہے۔ لیکن اجتماعی نظام کے تقاضوں کے لحاظ سے آپ کو احکام دوسرے دیئے گئے، مثلاً یہ کہ یا ایھا النبی جاھد الکفار والمنافقین و اغلظ علیھم، یا مثلاً وان احکم بینھم بما انزل اللہ۔

آپ براہِ کرم دعوت کے اصولوں اور اجتماعی نظام کے تقاضوں میں فرق کریں۔

(۴) یہ مناظرانہ ذہن کے طرزِ فکر کی ایک افسوسناک مثال ہے۔ ایک شخص اللہ کی ایک سنت کو معلوم کرنے کے لیے انبیاء اور صحابہ کی دعوت و تحریک کا مطالعہ کرتا ہے اور پھر اس سنت کو سامنے رکھ کر اپنے گردوپیش کے احوال کے بارے میں رائے قائم کرتا ہے، اس پر آپ فرماتے ہیں کہ اس نے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

عام مسلمانوں کو جس میں اچھے جذبات کے ساتھ عملی کمزوریاں بھی ہیں، (اور ان کمزوریوں کو ہم اس لیے سامنے لاتے ہیں کہ ان کی اصلاح ہو) صحابہ سے مشابہت دے کر صحابہ کی توہین کر دی۔ انہی باتوں سے قادیانی ذہن پہچانا جاتا ہے۔

(۵) اس سوال کا جواب انہی سطور میں موجود ہے جن کو دیکھ کر آپ نے یہ نئے سوالات اٹھائے ہیں۔ بہت سے اشجار خبیثہ دنیا میں ایسے موجود ہیں جو ہزار ہزار سال سے اپنے تنوں پر کھڑے ہیں اور بہت سے گمراہ گروہوں کا حال یہ ہے کہ کئی قرنوں سے ان کی تجارتیں چمک رہی ہیں، ان کا رہن سہن عیاشانہ اور پر تنعم ہے اور ان کو دوسروں پر تسلط و اقتدار حاصل ہے۔ لیکن یہ لمبی لمبی مدتیں قانون الٰہی کی نگاہ میں بالکل حقیر ہیں اور یہ گروہ آہستہ آہستہ اپنے انجام کی طرف بڑھتے جا رہے ہیں۔ پھر بھی آپ کو اگر قادیانیت کے شجرۂ طیبہ ہونے کا اور اس کے پھلنے پھولنے کا یقین ہے تو معاملہ بحث کا نہیں، اس پر تو یہی کہا جا سکتا ہے کہ تربصوا فانی معکم من المتربصین!

آپ نے اپنی جماعت سے اختلاف کرنے والے علماء اور قائدین کے لیے "ملانے" کا لفظ استعمال کر کے کسی اچھے شریفانہ ذہن و اخلاق کا مظاہرہ نہیں کیا۔ آدمی کو اپنی زبان ہمیشہ پاکیزہ و مہذب رکھنی چاہیے۔ اور اختلاف کرنے والوں کے جذبات پر نشتر چلا چلا کر ایسے اسباب پیدا نہیں کرنے چاہئیں جن سے عام ذہنی و خارجی فضا مکدر ہو کے رہ جائے۔

(۶) میری درخواست یہ ہے کہ ایک بار پھر اس آیت کی تشریح پر نظر ڈالیے اور اس کے بعد دوبارہ اپنے سوال کا جائزہ لیجیے۔ آپ نے غور نہیں فرمایا کہ دو مختلف صورتیں الگ الگ بیان کی گئی ہیں، ایک یہ کہ ایک عام آدمی اللہ تعالیٰ کے بارے میں افترا کرے، دوسرے یہ کہ ٹھیک وہ شخص اللہ تعالیٰ کے بارے میں افتراء کرے جسے اللہ نے مامور ہی اس کام پر کیا ہو کہ وہ مفتریوں کے کیے کرائے کو ختم کرنے کے لیے امر حق کی تبیین کر دے۔ دونوں میں فرق وہی ہے جو ایک عام شہری کے ڈاکہ ڈالنے میں، اور ایک کوتوال کے ڈاکہ ڈالنے میں ہے۔ یا وہی فرق ہے جو ایک عام آدمی کی خیانت میں اور ایک وزیر کی خیانت میں ہو سکتا ہے۔ قانون الٰہی میں ان دونوں صورتوں پر کارروائی مختلف ہوتی ہے آیت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مذکورۂ بالا بالاختصاص اس صورت سے تعلق رکھتی ہے کہ خدا کا مقرر کیا ہُوا ایک نبی و رسول اگر اپنی اتھارٹی اور اپنے عہدہ کا ناجائز استعمال کرتے ہوئے وحی کے پہنچانے میں خیانت کرے اور اپنی طرف سے غلط باتیں خدا سے منسوب کر دے تو اس کے ساتھ اللہ کے قانون کا معاملہ کیا ہوگا! ورنہ مسلمانوں کی تاریخ شاہد ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی کے مطابق اس امت میں متعدد کذابوں نے دعوائے نبوت کیا ہے۔ کیا اللہ تعالیٰ نے اُن میں سے کسی ایک کی بھی گردن کاٹی ہے؟

آپ اگر اِن دونوں صورتوں میں فرق نہیں کر سکتے تو کسی کا آپ پر کوئی زور تو نہیں ہے۔ لَا اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ۔

اعلان

قارئینِ "ترجمان" میں سے بہت سے حضرات دفتر میں سوالات ارسال فرماتے ہیں اور اپنا مکمل پتہ تحریر کرنے کے بجائے "ترجمان" کے ذریعے جواب کا مطالبہ کرتے ہیں۔ ایسے حضرات کی خدمت میں گذارش ہے کہ ہمارے پاس کثرت سے سوالات آتے ہیں اور ہر سوال کا جواب ترجمان میں دینا نہ ممکن ہوتا ہے اور نہ ضروری اور مناسب۔ اس کے علاوہ بہت سے سوالات کے جوابات کتب ورسائل میں پہلے سے دیے جا چکے ہیں۔ اس لیے آپ سے درخواست ہے کہ سوال کے ساتھ مکمل پتہ بھی لکھ دیا کریں، تاکہ اگر ضرورت ہو تو جواب ذاتی طور پر ڈاک سے بھی دیا جا سکے۔ بصورتِ دیگر جن سوالات کا جواب "ترجمان" میں دینا ممکن نہ ہوگا یا جن کا جواب پہلے دیا جا چکا ہوگا اُن کا جواب کسی شکل میں بھی ہم دینے سے معذور ہوں گے۔

(ادارہ)

© rasailojaraid.com